

# تنزیل و تاویل

## سورۃ البقرہ

(۲)

(از جناب مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی)

ایمان کے لیے کفر سے برأت | امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی قدس اللہ روحہ و نور ضریحہ و متعنا بعلومہ و برکاتہ۔  
اور بنیاری شرط ہے | اپنے ایک طویل کتب میں جو عقائد اسلام کی تحقیق میں قلم مبارک سے نکلا ہے  
فرماتے ہیں:-

ایمان ان چیزوں کی تصدیق قلبی کا نام ہے جو  
امور دین بظریق بد اہست و قوا تر ہم مکہ بنیوی  
ہیں۔ علماء اقرار لسانی کو بھی ایمان کا رکن بتلا  
ہیں مگر یہ رکن بعض حالات میں مثلاً حالت اکراہ و لجباً  
میں ساقط ہو جاتا ہے کفر اور کافری اور اس کا  
خصائص و لوازم جیسے زنا و باندھنا ان سب سے تہری  
اور بنیاری ایمان اور تصدیق کی علامت ہے اور اگر  
کوئی شخص باوجود اس تصدیق کا دعویٰ کرنے کے کفر سے

ایمان عبارت از تصدیق قلبی است  
با نچہ از دین بطریق ضروری و قوا تر بنار سیدہ است  
واقرار لسانی نیز رکن ایمان گفتمہ اندکہ احتمال سقوطاً  
و علامت اس تصدیق تبر لیسیت از کفر و بنیاری از  
کافری و انچہ و کافر لیسیت از خصائص و لوازم آن  
ہیچناں سبت زنا و مثل آن و اگر عیاذاً باللہ سبحانہ  
ہا و دعویٰ این تصدیق تبر از کفر نماید مصدق بنین  
است کہ براغ ارتداد و تقسم است و فی تحقیقت حکم او

حکم منافق است لا الیٰ ہؤلاء ولا الیٰ ہؤٰلہم ولا الیٰ ہؤٰلہم تحقیق  
ایمان اور تبری کفر چارہ بند و انائی آن تبری قلبی است  
و اعلائے آن تبری قلبی و قلبی و تبری عبارت از دشمنی  
است با دشمنان حق جل و علا آن دشمنی خواہ بقلب  
بود اگر خفی از ضرر ایشان داشتہ باشد خواہ بقلب  
و قابل ہر دور وقت عدم آن خوف اگر مسیہ  
یا ایہما النبی جاہد الکفار و المنافقین  
و اغلظ علیہم میدان معنی است پر محبت  
خدائے عزوجل محبت رسول او علیہ علی الصلوٰۃ  
و السلمات بے دشمنی دشمنان صورت نہ بدروع  
توئی بے تبری نیست مسکن

این جا صادق است۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علی نبینا علی الصلوٰۃ  
و السلام اینہم بزرگی کی یافت و شجرہ انبیاء گشت  
بر واسطہ تبری از دشمنان ارتحالی بودہ۔ قال اللہ تعالیٰ  
تَدْرَاكَ اَنْتَ لَكُمْ اَسْوَاۃٌ حَسَنَةٌ فِیْ اٰبْرٰهٖمَ  
وَ الَّذِیْنَ مَعَهُ اِذْ قَالُوْا اِلٰقَوْمِہِمَّ اِنَّا نَبْرٰعُ  
مِنْكُمْ وَ مَا لَعَبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كُفْرًا  
بَلْ كُفْرًا بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنِكُمْ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَا

تبری اور بیزاری نہ ظاہر کرے تو وہ بد متضاد دینوں کی  
تصدیق کرنی لاہی درناغ ارتداد سے آلودہ ہو اور حقیقت  
شخص منافق کے حکم میں ہو نہ ادھر نہ ادھر پس ایمان کے ثابت کرنے  
لیے کفر سے تبری ضروری اور لاہی ہو جبکہ ادنی مرتبہ یہ ہو کہ  
دل سے تبری اور بیزاری ہو اور تبری کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ  
وہ تبری قلب اور قابل یعنی زبان اور ظاہر اور جان دونوں سے ہو  
اور تبری کے یہ معنی ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے دشمنوں کے  
ساتھ دشمنی کرنا خواہ وہ دشمنی فقط قلب سے ہو اگر کافروں  
کے ضرر کا اندیشہ ہو اور خواہ قلب اور قابل بان  
اور دل دونوں سے وہ دشمنی ہو جبکہ ان کے ضرر کا کوئی  
اندیشہ نہ ہو اور یہ آیت کریمہ راے بنی تم کافروں اور  
منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اس معنی کی  
میرید ہے اس لیے کہ خدائے عزوجل اور اس کے  
رسول کی محبت اس کے دشمنوں سے عداوت اور دشمنی  
کے بغیر متصور اور ممکن نہیں (مصرع)

توئی بے تبری ہو نہیں سکتا

یہاں بالکل راست آتا ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا علی الصلوٰۃ  
و السلام نے یہ جو کچھ بزرگی پائی اور شجرہ نبیاء ہے

آبَدًا أَحْسَىٰ تَوَعَّنُوا بِاللَّهِ وَحَدِّكَ .  
 یہ سب حق تعالیٰ کے دشمنوں سے تبری اور بیزاری  
 (مکتوبات دفتر اول ص ۳۲۵ مکتوب ۷۶۶)  
 ہی کی وجہ سے اُن کو حاصل ہوئی حق تعالیٰ فرماتے ہیں  
 تحقیق تمہارے لیے ابراہیم اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں میں اسوۂ حسنہ ہے جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے یہ کہا  
 کہ ہم بالکل بری ہیں تم سے اور ان چیزوں سے جن کی تم پرستش کرتے ہو سوائے خدا کے اور ہم تمہاری تکذیب  
 ہیں اور ظاہر ہوا ہمارے اور تمہارے درمیان میں عداوت اور نبض ہمیشہ کے لیے تا وقتیکہ تم تصدیق کرو اللہ  
 وعدہ لا شریک لہ کی۔

یہ آیتیں سورۃ ممتحنہ کی ہیں۔ یہ سورت بظاہر اسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے نازل ہوئی ہے مخاطب  
 بن ابی لبتہ، جو صحابہ بدر میں اور ہاجرین ہیں اُن کے اہل و عیال مکہ میں رہتے تھے۔ انھوں نے اپنے متعلقین کی  
 حفاظت کی خاطر اہل مکہ کو ایک خط لکھ کر خفیہ طور پر روانہ کیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس راز  
 کی خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ پر حملہ کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بندہ  
 وحی کے اس خط کی اطلاع ہو گئی اور وہ خط پکڑا گیا۔ مخاطب بلائے گئے تو آپ نے یہ عذر کیا کہ یا رسول اللہ  
 قسم ہے عالم الغیب والشہادہ کی یہ فعل میں نے مسلمانوں کی بدخواہی کے خیال سے نہیں کیا۔ بلکہ اصل وجہ یہ ہے  
 کہ ہاجرین کی تو مکہ میں قرابت اور رشتہ داری ہے اس قرابت کی وجہ سے اُن کے مال و اولاد مکہ میں محفوظ ہیں  
 مگر اہل مکہ سے میری کوئی قرابت نہیں میں دوسری جگہ کا باشندہ ہوں اس لیے میں نے یہ چاہا کہ ظاہری طور پر  
 اہل مکہ کے ساتھ احسان کروں تاکہ اس صلہ میں وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔ باقی اس کا مجھ سے  
 یقین کامل ہے کہ اللہ ہی کا کلمہ بلند ہو گا اور اس کا رسول ہی مظفر و منصور اور فتیاب ہو گا اور اس کا سچا دین  
 ہی سب دینوں پر غالب ہو گا۔ میرے اس خط سے اسلام کا توفیرہ برابر کوئی نقصان نہ ہو گا۔ اور میرا ایک کام  
 مکمل آئے گا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی طرف مخاطب ہو کر یہ ارشاد فرمایا :-  
 اِنَّ قَدْ صَدَّقَكُمْ (بخاری ص ۲۷۶)  
 یقیناً اس نے بلاشبہ تم سے سچ کہا ہے۔

اس پر یہ سورت نازل ہوئی :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي  
وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلَقُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُؤَدَّةِ  
لے تو منو تم میرے اور اپنے دشمنوں کو ہرگز مت دوست  
بناؤ کہ تم ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو۔

حاطب بن ابی بلتعہ ہجری اور بدری ہونے کی وجہ سے بلاشبہ جنتی اور بہشتی ہیں، مقتضائے بشریت  
ان سے یہ لغزش ہوگئی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تاکید الفاظ کے ساتھ ان کا صادق العذر ہونا بھی  
بیان فرمادیا، یعنی انہ قاصد فکرم میں ان کے صدق کو دو حرف تحقیق ایک ات اور دوسرے قد کے ساتھ

ظاہر فرمادیا۔ مگر باہنہ حق تعالیٰ نشاء کفار کے ساتھ ان کی یہ محض ظاہری اور عسوی مولانا ناپسند ہوئی اور یہ سورت  
نازل فرما کر بتلادیا کہ کفار کے ساتھ یہ عسوی اور ظاہری مولانا بھی نہ چاہئے بلکہ براہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور  
ان پر ایمان لانے والوں کی طرح کفار سے تہرتی اور بیزاری اور بغض اور عداوت کا اعلان ضروری اور لازم ہے

یہ سورت اول سے آخر تک خدا کے دشمنوں سے تہرتی اور بیزاری ہی کے احکام پر مشتمل ہے۔ قال تعالیٰ :-

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا  
بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ  
کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو دعویٰ کرتے  
ہیں کہ وہ ایمان لائے ہیں اس پر جو تیری طرف اتارا

گیا ہے اور اس پر جو تجھ سے پہلے اتارا گیا تھا، مگر

چاہتے ہیں کہ اپنا معاملہ فیصلہ کرانے کے لیے طاغوت کے

پاس لے جائیں۔ حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں۔

اس آیت شریفہ سے صراحتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصدیق کے بعد طاغوت کے ساتھ کفر اور اس کی

سکندیب اور اس سے برادت اور بیزاری کا بھی حکم ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو سوتے ہوئے بیدار ہو جائے

اگر وہ دس بار بسم اللہ اور دس بار سبحان اللہ اور دس بار اَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَفَرْتُ بِالطَّاغُوتِ و تصدیق کی

میں نے اللہ کی اور کذب کی میں نے طاغوت یعنی شیطان کی) پڑھے تو وہ ہر خوفناک چیز سے محفوظ رہے گا۔  
(رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر احسن حصین ص ۶۷)

اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نثار مبارک یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی تصدیق اور اس کے دشمنوں سے برات اور بیزاری قلب میں ایسی راسخ ہو کہ ایسی غفلت کے وقت میں بھی اس سے ذہول اور غفلت نہ ہونے پائے۔

وقال تعالیٰ شانہ

فَلَمَّا رَأَوْا آيَاتِنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدِيثِ الْوَكْعَةِ نَايِبًا لِّمَا بِهِ مُشْرِكِينَ فَلَمَّا يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِنَّمَا تَهُمَّ طَمَآرًا وَأَبَانًا سُنَّتَهُ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَيْرَ هَذَا لَكَ الْكُفْرُ وَنَ (سورہ رومن)

جب انھوں نے ہماری قوت کا مظاہرہ دیکھا تو پکار اٹھے کہ ایمان لاتے ہم خدا سے واحد پر اور کفر کیا ہم نے ان چیزوں سے جن کو ہم شریک کرتے تھے۔ مگر ہماری قوت کا مظاہرہ دیکھنے کے بعد ان کا ایمان لانا ان کے لیے ہرگز نفع نہ ہوا۔ یہ اللہ کی سنت ہے جو اس بندوں میں رہی ہے۔ چنانچہ اس جگہ کافر نامراد ہوئے۔

اس آیت شریفہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شرک اور مشرکین سے تبری اور بیزاری اگر مشاہدہ خدا سے پہلے کرتے تو وہ ان کے لیے مفید اور نافع ہوتی مشاہدہ عذاب کے بعد اس وقت نہیں رہتا۔

حق جل شانہ نے قرآن کریم میں جا بجا جاہلین کی بوٹا، و تعریف فرمائی ہے وہ بھی ایسی تبری اور کفر سے بیزاری کی بدولت ہے کہ کفر سے اس قدر بیزار ہوئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنی وطن مالوف اور آباء و ابناء اور اخوان و خلائان اور ازواج و قبائل سب ہی سے الگ ہو گئے اور علیٰ ہذا اصحاب کہف کا سوائے ہجرت اور اعتزال عن الکفار کے کوئی اور عمل ایسا نمایاں نہیں کہ اسکی جانب اس منقبت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ کو فسوب کیا جاسکے۔ اصحاب کہف کو یہ تمام درجات و فضائل صرف دشمنان حق جل و علیٰ سے ہجرت کی بدولت حاصل ہوئے ہیں۔

غلبہ اعداد اور ہجوم دشمن کے وقت سپاہیوں کی معمولی نقل و حرکت بھی بہت وقعت رکھتی ہے بخلاف زمانہ امن و سکون کے کہ اُس وقت کی غیر معمولی نقل و حرکت بھی کسی شمار میں نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عنفوان شباب کی عبادت زمانہ پیری کی عبادت سے ہزار درجہ افضل ہے۔ اس لیے کہ زمانہ شباب میں دشمنان دین یعنی نفسِ آثارہ اور شیطانِ لعین کا غلبہ اور ہجوم ہوتا ہے۔ شیاطین اور شہوات کا لشکر ہر طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ دشمنان دین کے مقابلہ ہی کی وجہ سے زمانہ شباب کی عبادت پر عرش کے سایہ میں جگہ دینے کا وعدہ آیا ہے کہ جس دن سوائے عرشِ رحمن کے سایہ کے کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اس عظیم الشان مسئلہ کے متعلق دل چاہتا ہے کہ کچھ اور لکھا جائے مگر اس اندیشہ سے کہ یہ تطویل موجب ملال نہ ہو اس لیے آپ شعرِ بر ختم کرتا ہوں۔

اندکی پیش تو گفتم غم دل تر سیدم کہ دل آزرده شوی ورنہ سخن بسیارست

ایمان کی صورت اور اسکی حقیقت | حضرات صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان ایمان کی صورت ہے۔ اور اطمینان نفس یعنی نفس کا مطمئن ہونا یا ایمان کی حقیقت ہے۔ اطمینان نفس سے یہ مراد ہے کہ مقتضائے شریعت مقتضائے طبیعت بن جائے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

لا یؤمن احدکم حتی یکون ہواہ تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ  
تبعاً لما جدت بہ اسکی طبعی خواہش میری شریعت کے تابع نہ ہو جائے۔

اس حدیث میں ایمان سے بھی اطمینان نفس مراد ہے یعنی نفس اس درجہ مطمئن ہو جائے کہ اللہ اور اس کے رسول، کا ہر حکم اُس کو لذیذ اور شیرین معلوم ہو اور اسکی معصیت اور نافرمانی کا ادنیٰ سا خیال اور معمولی سا دوسوہ بھی آگ میں جلنے سے بدرجہا زائد اسپر شاق اور گران ہو۔ ایمان کی اسی کیفیت اور حالت کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذاک صریح الایمان (یہی کھلا ہوا ایمان) فرمایا ہے۔

حاشا وکلابی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز ہرگز یہ مراد نہیں کہ معصیت کا دوسرے صریح ایمان ہے  
 ورنہ ہم فاسق اور بدکاروں کے ایمان کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان سے زیادہ صریح اور جلی ہونا لزم آئے گا  
 اس لیے کہ ہمارے نفوس تو ہر وقت اسی معصیت کے لیے جو لاناگاہ بنے رہتے ہیں بلکہ معصیت کے دوسرے  
 خیال کا قلب پر اس درجہ شاق اور گراں ہونا کہ آگ میں جل جانا اس سے آسان معلوم ہو معصیت کی  
 اسی گرانی اور ناگواری کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صریح ایمان فرمایا ہے۔ قال تعالیٰ :-  
 ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اتَّبَعُوْا مَا آتٰنَا اللّٰهُ وَ  
 كَرِهُوْا اِیْرَاضًا نَّزَّلْنَا فَاخْبَطَا۟ا عَمَّا لَهُمْ۔  
 خدا کی ناراضی کی موجب ہے اور خدا کی رضا مندی  
 کو مکرہ سمجھا اور اس سے نفرت کی۔ حق تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال ضبط کر دیئے۔

پس جس طرح خدا کی رضا اور اطاعت سے کراہت اور ناگواری اور اس سے نفرت تمام اعمال کو  
 ضبط کر دیتی ہے۔ اسی طرح خدا کی معصیت اور اسکی نافرمانی کی کراہت اور اس کے دوسرے اور خیال ہی سے  
 نفرت اور بیزاری ایمان کو صریح اور روشن اور جلی بناتی ہے۔ اس قسم کا ایمان خاص صحابہ کرام علیہم الرحمۃ  
 والرضوان کا حصہ تھا جس کو حق جل شانہ نے بطور امتنان ذکر فرمایا ہے :-

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِیْكُمْ مَّرْسُوْلًا اللّٰهُ لَوْ  
 یُطِیْعُكُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاُمْرِ لَعَذَّبَنَّوْ  
 لَکُمُ اللّٰهَ۔ حَبَبَ اِلَیْکُمْ الْاِیْمَانَ وَ  
 زَیَّنَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّهَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَ  
 الْفِیْسِقَ وَالْعِصْیَانَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الرّٰسِخُوْنَ  
 فِیْ دِلٰلِیْمٍ مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَتَهُ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ  
 حٰکِیْمٌ۔  
 اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول ہے اگر وہ بہت سے  
 امور میں تمہاری بات مانے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ  
 لیکن اللہ نے تمہاری طرف ایمان کو محبوب بنا دیا اور  
 تمہارے دلوں میں اسکو مزین کر دیا اور کفر اور فسق اور  
 نافرمانی کی کراہت اور طبعی ناگواری تمہارے  
 دلوں میں ڈال دی ایسی دوگ بھلائی پائیوں کے  
 محض اللہ کے فضل اور احسان اور اللہ جانور والا اور حکمت والا

حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو کہ اس سوراخ میں اٹھو ہا ہے تو ہرگز اس میں انگلی نہ ڈالے گا۔ اور اگر کوئی شخص سوراخ پر انگلی رکھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اٹھو ہا ہے کے دہانے ہونے کا یقین نہیں۔ اسی طرح اگر کسی کو یہ یقین ہو جائے کہ اس معصیت اور اس گناہ سے جہنم کے سانپ اور اٹھو ہا ہے اس کو ڈوسیں گے تو پھر اس سے معصیت کا صدور ناممکن اور محال ہے۔ لہذا جو شخص بھی معصیت کرتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اس کو خدا کی وعید اور عذاب پر پورا یقین نہیں۔

حدیث میں ہے کہ لا یزنی۔ الزانی حیث یزنی وهو مومن۔ زانی ہرگز زنا نہیں کر سکتا جبکہ وہ مومن ہو۔ یعنی اگر اس کو اس عذاب الہی اور عقاب خداوندی کا جو زنا کاروں کے لیے مقرر ہے پورا پورا یقین اور کامل اطمینان اور انکشاف ہو جائے تو پھر اس سے زنا کا صدور ہونا ناممکن اور محال ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ اذا ذنی العبد خرج منه الايمان بنده جب زنا کرتا ہے تو ایمان نکل جاتا ہے۔ اس حدیث میں ایمان سے اسی یقین اور اطمینان کا زائل ہونا مراد ہے۔ اور حق جلشائے کے اس ارشاد میں :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ائْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر

ایمان اول سے تصدیق قلبی مراد ہے اور دوسرے ایمان سے ایمان نفس یعنی نفس کا مطمئن ہونا مراد ہے۔ لہذا قال تعالیٰ یا ایہا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک رضیتہ مرضیتہ۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے ایمان یعنی یقین و اطمینان کو نجات کا مدار نہیں قرار دیا بلکہ اپنی بے پایاں رحمت سے ایمان کی صورت یعنی تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان ہی کو قبول فرمایا اور فقط تصدیق قلبی اور اقرار لسانی پر جہنم سے نجات اور دخول بہشت کا وعدہ فرمایا۔ ہاں تقرب اور وصول الی اللہ کا مرتبہ بغیر اطمینان نفس اور یقین کامل کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایمان صوری اور ظاہری اگرچہ ایمان حقیقی کے گناخا سے بہت معمولی اور اونے نشے ہے مگر



کفر اور شرک کے اعتبار سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔

آسمان نسبت بعرش آمد سرود ورنہ بی‌عالیست پیش خاک تور

اسی وجہ سے حدیث میں ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة وان زنی و ان سرق

جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ داخل ہوا جنت میں اگرچہ زنا اور چوری کرے۔ معاذ اللہ اس حدیث سے زنا

اور سرقہ کی اجازت اور اباحت مقصود نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اسے لوگو! تم کسی طرح لا الہ الا اللہ کہہ کر

کفر اور شرک کے دائرہ سے نکل آؤ۔ زنا اور سرقہ اگرچہ فی حدوٰتہ کتنی ہی برے کیوں نہ ہوں مگر کفر اور

شرک کے سامنے یہ تمام کبائر اور فواحش سب پیچ ہیں۔ بخاراورد زکام اگرچہ فی حدوٰتہ مرض اور بیماری ہے

مگر سل اور جذام کے مقابلہ میں صحت اور عافیت ہے۔ کایزنی الزانی حین یزنی وهو مومن

اور اذا زنی العبد خرج منه الایمان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار کی طرح زنا کافی حدوٰتہ

مرض ہر نابیان فرمایا۔ ومن قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة وان زنی و ان سرق میں زنا

اور سرقہ کاکفر اور شرک کے لحاظ سے ناقابل التفات ہونا بیان فرمایا ہے۔ یعنی زنا اور سرقہ کاکفر اور شرک

کے ساتھ وہی نسبت ہے جو بخاراورد زکام کو سل اور جذام کے ساتھ ہے۔

ہرقل شاہ روم نے جب ابوسفیان سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات دریافت کئے

تو اس میں یہ بھی دریافت کیا کہ کوئی شخص شخصت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد آپ کے وہاں سے

بیزر ہو کر مرتد بھی ہو جاتا ہے؟ ابوسفیان نے کہا نہیں۔ اس پر ہرقل نے کہا:-

وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَيْثُ تَحَالَطُ بَشَائِدُ الْقُلُوبِ (بخاری شریف)

فرحت اور مسرت قلوب میں سرایت کر جاتی ہے۔

اس جگہ بشارت سے وہی اطمینان نفس اور اللہ شراح صدر مراد ہے جس کا ہم ذکر کیے چکے ہیں۔

یہی حقیقی ایمان ہے جس کے بعد انسان کامر تدر ہونا ناممکن اور محال ہے۔ صوری اور مجازی ایمان کے اور مرتد ہونا

ممکن ہے مگر حقیقی ایمان کے بعد مرتد ہونا ممکن نہیں۔ چنانچہ حضرات صوفیہ کرام کا ارشاد ہے :-  
 اِنَّمَا سَرَّجٌ مِّنْ سَرَّجٍ مِّنَ الطَّرِيقِ ، یعنی جزا میں نیست کہ جو شخص واپس ہوتا ہے وہ  
 راستہ ہی سے واپس ہوتا ہے۔ منزل مقصود پر پہنچ جانے کے بعد واپسی ناممکن ہے اور اس دعا، مانور  
 اللہم اِنِّیْ اٰمَنَّا لَایُرْتَدُّ (اے اللہ میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں کہ جس کے  
 بعد استادنہ ہو سکے) میں اسی خاص ایمان کی طرف اشارہ ہے ورنہ ایمان کے بعد کایرتد کی قید لگانے  
 کی کیا حاجت تھی۔

علامہ نظام الدین نیشاپوری اپنی تفسیر غرائب القرآن میں فرماتے ہیں کہ ایمان کے تین وجود ہیں  
 ایک وجود عینی۔ دوسرا وجود ذہنی۔ تیسرا وجود لسانی۔ اصل ایمان وجود عینی ہے۔ جب بندہ اور خدا تعالیٰ  
 میں حجابات مرتفع ہو جائیں، اُس وقت مومن کے قلب میں ایک نور حاصل ہوتا ہے وہی نور ایمان کا وجود  
 عینی ہے کما قال تعالیٰ :-

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ  
 الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ  
 اللہ دوست ہے ان لوگوں کو جو ایمان لائے  
 نکالتا ہے ان کو تاریکیوں سے نور کی طرف۔

جب کوئی ہدید حجاب مرتفع ہوتا ہے اتنا ہی یہ نور کامل اور قوی ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ  
 اسلام کے متعلق اسکو شرح صدر ہو جاتا ہے اور نبی کریم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا  
 صدق اس کے نزدیک آفتاب سے زائد ہدی اور روشن اور جلی ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ :-

أَفَلَمْ يَشْرَحْ اللَّهُ صَدْرَكَ لِلْإِسْلَامِ  
 فَهُوَ عَلَى نَوْرٍ مِّنْ رَبِّهِ  
 جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا  
 اپنے پروردگار کی جانب سے ایک نور پر ہے۔

اور یہی نور قیامت کے دن صراط پر رہنمائی کریگا۔ کما قال :-

لَوْ هُمْ لَبَسَّغِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَاِثْمَانِهِمْ  
 ان کا نور ان کے سامنے اور وائیں جانب دوڑتا رہے گا۔

ایمان کا نور، علیٰ نور ہونا اہل ایمان قیامت کے دن محسوس کریں گے اور جو لوگ اس دامن دنیا میں نور ایمان سے محروم اور ظلمات کفر میں گھرے ہوئے ہیں وہ قیامت کے دن بھی اس نور سے محروم رہیں گے۔  
**مما قال تعالیٰ:-**

وَصَوُّكُمْ يَتَجَلَّىٰ لِلَّهِ نُورًا فَمَالَهُ مِن نُّورٍ  
 جسکو خدا نے نور نہیں دیا پھر اسکے لیے کہیں نور نہیں۔  
 قیامت کے دن تو ایمان کا نور ہونا سبھی کو معلوم ہو جائے گا مگر اس وار دنیا میں جب کبھی کسی عارف اور صاحب بصیرت کو ایمان روپائے صالحہ یا کشف سے مکشوف ہوا ہے تو وہ نور ہی کی شکل میں مکشوف ہوا۔

فلسفی کو منکرِ حسانہ است از حواس انبیاء بیگانہ است  
 اور اس نور کا مطالعہ اور تصور یہ ایمان کا وجود نہیں ہے اور لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت دینا یہ ایمان کا وجود لسانی ہے۔ ایمان کا محض لسانی وجود بغیر اس نور کے مفید اور کارآمد نہیں۔ جیسا کہ پیاسے کے لیے آب زلال کا فقط تلفظ کافی نہیں جب تک کہ اس سے سیراب نہ ہو باقی

## مرآة المشنوی

مرتبہ جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے رکن دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ

مشنوی مولانا رحم

کا بہترین ایڈیشن جس میں ثنوی شریف کے منتشر مضامین کو ایک سلسلہ کے ساتھ اس طو پر مرتب کیا گیا ہے کہ پڑھنے والا مولانا کے مدعا، لوڈنگی تعلیم کو بڑی آسانی سے سمجھا چلا جاتا ہے کئی انڈکس اور فہرستیں بھی ہیں جن کی مدد سے آپ حسب منشا جو شعر چاہیں کال کر سکتے ہیں ایک بسیط فرہنگ بھی ملتی جو غرض اس کتاب نے ثنوی شریف سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایسی سہولت مہیا کر دی ہے کہ ہر شخص بڑی آسانی سے کتاب کے مطالب پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔ کاغذ کتابت۔ طباعت بہترین جلد بنات اعلیٰ قیمت عنہ سکھ انگریزی ریسرچ سوسائٹی

دفتر ترجمان القرآن سے طلب فرمائیے